عصر حاضر میں ذرائع ابلاغ اور حوادث و واقعات کی دوبارہ نمائش: ایک مختصر مطالعہ

مولف: ڈاکٹر روح الامین سعید
مترجم: اطہر عباس رضوی

حقیقت یہ ہے کہ ہم آج ایسے دور میں زندگی بسر کر رہے ہیں جہاں حقیقت و مجاز کے درمیان کی حد شکست و ریخت سے دوچار ہے۔ آج ذہن انسانی کے لئے اس بات کی تشخیص کہ ایک امر واقعی ہے یا غیر واقعی، سہولت و آسانی کے ساتھ ممکن اور میسّر نہیں ہے۔ بہت ممکن ہے جس چیز کو ذہن نے ایک ناقابل انکار اور خلل ناپذیر حقیقت کے عنوان سے قبول کیا ہے، اس کا دنیا میں سرے سے کوئی وجود ہی نہ ہو یا کم سے کم اس کی نوعیت اور کیفیت وقوع مورد قبول روایت سے مختلف ہو۔ ایسا لگتا ہے کہ اس صورتحال کے لئے موجودہ ذرائع ابلاغ یعنی ریڈیو، ٹیلیویژن اور اخبار وغیرہ ذمہ دار ہیں۔ ماضی قریب میں انسان بلاواسطہ واقعات و حقائق سے روبرو ہوتا تھا اور انہیں خود اپنے حواس کے ذریعے درک کرتا تھا، لیکن موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ، ذہن انسانی اور رونما ہونے والے واقعات کے درمیان واسطے کا کام انجام دیتے ہیں۔

دوسرے لفظوں میں انسان دنیا کو ذرائع ابلاغ (ریڈیو، ٹیلیویژن، اخبار) کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اکثر واقعات سے بلاواسطہ روبرو ہونے کا موقع کھو دیتا ہے یعنی انسان آج کی وسیع و عریض دنیا اور پے در پے رونما ہونے والی حیرت انگیز مواصلاتی تبدیلیوں کے باعث، رونما ہونے والے حوادث واقعات سے آگاہی حاصل نہیں کر پاتا ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ وہ ذرائع ابلاغ کی زبان سننے کے لئے مجبور ہے۔ اس طرح سے آج ذرائع ابلاغ کو واقعات کو روایت اور نقل کرنے کا منبع اور سرچشمہ مانا جاتا ہے اور ذرائع ابلاغ ہی رونما ہونے والے واقعات کی انسانوں کے لئے تصویر سازی کرتے ہیں۔

عصر حاضر میں واقعیت اور واقعیت کو پیش کرنے کی درمیانی حد ختم ہوچکی ہے اور واقعی دنیا وہی ہے جسے ذرائع ابلاغ پیش کرتے ہیں ۔ دوسرے لفظوں میں آج کی دنیا کو ایک مافوق الفطرت دنیا جاننا چاہئے جس میں انسانوں کا سروکار اور تعلق اصل واقعیت سے نہیں ہے بلکہ ان تصاویر و تعابیر سے ہے جسے ذرائع ابلاغ پیش کررہے ہیں یعنی اس وقت تصویروں نے واقعیت کی جگہ لے لی ہے ۔ بطور مثال ذرائع ابلاغ سیاستدانوں کی جو تصویر ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں وہ اصل سے کہیں زیادہ واقعی لگتی ہیں لہٰذا دور حاضر میں معنی و واقعیت نے اپنی جگہ تصویر کو دے دی ہے اور جو کچھ ہم واقعیات کے بارے میں جانتے ہیں وہی ہیں جو ذرائع ابلاغ تصورات کے سانچے میں ڈھالتے اور ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں۔

آج نوبت یہ آگئی ہے کہ جو حوادث و واقعات فلموں، تصویروں یا رپورٹوں کی شکل میں پیش کئے جاتے ہیں وہ اصل واقعہ سے کہیں زیادہ واقعی اور حقیقی لگتے ہیں۔ اس مافوق الفطرت دنیا میں ذرائع ابلاغ الفاظ و کلمات کے ذریعے حوادث و واقعات کی اپنے طریقے سے تفسیر کرتے ہیں اور اپنے خود ساختہ معانی کو مخاطبین کے ذہن میں بٹھاتے ہیں تاکہ اس کے حوالے سے ان کے ادراکات کی تعمیر نو کرسکیں ۔آج کے انسانوں کی زندگی ٹیلیویژن جیسے ذرائع ابلاغ کے شکنجے میں اس طرح جکڑی ہوئی ہے کہ حقیقت کو مجاز اور مجاز کو حقیقت سے تشخیص دینا ناممکن ہوتا ہے۔

اس درمیان تحفظ و سلامتی جیسے مفاہیم جن کی ماہیت سیال اور انتزاعی ہوتی ہے اور دنیا میں ان کا کوئی معین مصداق نہیں ہوتا ، ان پر ذرائع ابلاغ کے اس کھیل کا بہت زیادہ اثر ہوتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں چونکہ سلامتی کا کوئی عینی مصداق نہیں ہوتا ہے لہٰذا ذرائع ابلاغ اس مفہوم کو اپنے طور پر طے کرسکتے ہیں یعنی ذرائع ابلاغ اپنے مخاطبین کے ذہن پر سلامتی اور تحفظ کے حوالے سے اپنا مخصوص نظریہ تحمیل کرسکتے ہیں۔ مثال کے طور پر وہ کسی حادثے اور واقعے کو مخاطب کے سامنے سلامتی کے خطرہ کے طور پیش کرسکتے ہیں جب کہ حقیقت میں وہ واقعہ کسی تہدید کا پیش خیمہ نہیں ہے۔ لہٰذا اگر مان لیں کہ ذرائع ابلاغ آج کی دنیا میں اس طرح انسانوں کے نظریات اور ذہنی تصورات کو تشکیل دیتے ہیں ،اس وقت امن و سلامتی جیسے مفاہیم کی تشکیل میں ان کا محوری اور مرکزی کردار روز روشن کی طرح آشکار و واضح ہو جائے گا۔

ذرائع ابلاغ اپنے نافذ آلات ووسائل کی بدولت خاطر خواہ معنی و مفہوم کی تخلیق کر سکتے ہیں اور ان معانی و مفاہیم کو خصوصاً تصویر کی گویا زبان میں ہر قوم ملّت، فرقہ و نسل اور تمدّن و تہذیب کے مخاطبین کیلئے قابل فہم بنا سکتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ نظریات، تصورات اور انسانوں کے ادراکات کو قالب اور پیکر عطا کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ کسی بھی مفہوم کو پوری دنیا میں پھیلا سکتے ہیں۔ اس حساب سے شاید کسی دوسری چیز میں مسلّط گفتگو کی خدمت کیلئے معانی و مفاہیم بنانے اور پھر انہیں وسیع تر پیمانے پر پیش کرنے کے لحاظ سے اتنی گنجائش وصلاحیت نہ ہو۔ کہا جاسکتا ہے کہ ذرائع ابلاغ ایک طاقتور لاؤڈ سپیکر کی طرح عمل کرتے ہیں جس سے مسلّط گفتگو کی آواز اور اس کی گونج پوری دنیا میں سنائی دیتی ہے۔ بلا شبہ یہی وجہ ہے کہ سلامتی، امن اور نا امنی جیسے مفاہیم کے بناوٹی اور جعلی معانی القا کرنے کے مقصد سے ذرائع ابلاغ کی تصویر سازی کا ہمیشہ امریکہ کے تسلّط پسندانہ مقاصد کے تحقق میں بہت بڑا ہاتھ رہا ہے۔

اس تغیر اور تبدیلی میں سیاستدانوں کی تشخیص اور صوابدید کے مطابق تحفظ اور سلامتی کے جعلی مفاہیم پر بحث و گفتگو کے نتیجے میں تعیین مصداق کے بعد ذرائع ابلاغ کی باری آتی ہے تاکہ وہ ان مفاہیم کی نشر و اشاعت کریں اور انہیں لوگوں تک پہونچائیں۔ ذرائع ابلاغ اپنی تمام تر طاقت و ذرائع کو بروئے کار لاتے ہیں اور الیکٹرانک میڈیا اپنی پوری طاقت صرف کر دیتا ہے تاکہ مختلف طریقوں سے مختلف معاشروں کے لوگوں کے تصورات و ادراکات پر گہرائی کے ساتھ اثرانداز ہو اور سب کو اس بات پر مجبور کر دے کہ دنیا پر مسلط مغربی افکار و نظریات اور رجحانات کے آئینے میں اپنا اور اپنے ارد گرد کی تبدیلیوں کا جائزہ لیں۔

آخری دہائیوں میں امریکہ کے ذرائع ابلاغ اور الیکٹرانک میڈیا کا مطالعہ کرنے سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اس نے اپنے پروگراموں کی شکل و صورت اور مضمون کو وائٹ ہاؤس کے لیڈروں کی راہ و روش سے ہم آہنگ کر رکھا ہے۔ یہ ہم آہنگی اور ہمسوئی واضح طور پر ہالی ووڈ کی پر مخاطب فیلموں میں قابل مشاہدہ ہے۔ مثال کے طور پر ۱۹۹۰ کی دہائی میں جس وقت سوویت یونین رو بزوال تھا، Dilta Force یا Iron Eagle جیسی فلموں میں کمیونیزم کی جگہ اسلامی شدّت پسندوں کے خطرات کو دکھانے اور منعکس کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس طرح کی فلموں میں عربی مسلمانوں کو امریکہ کا دشمن نمبر ایک اور مشرق وسطیٰ کو دنیا کی سب سے بڑی طاقت کی سیاسی و فوجی مداخلتوں کا میدان دکھایا گیا ہے۔

یہ روش ۱۹۹۰ کی پوری دہائی میں قائم و دائم رہی اور رفتہ رفتہ عرب کے مسلمان جوان ہالی ووڈ کی فلموں میں دہشت گرد جماعت کی صورت میں بدل گئے ۔ لمبی لمبی ڈاڑھی والے جوان، فلسطینی اور عربی لباس پہنے ہوئے جوان جو ہر جگہ دہشت گردی، شورش و بغاوت، بم سازی، بمباری، اغوا، ہائی جیکنگ اور ناامنی و وحشت کا باعث اور محرک ہیں اور امریکہ یا دوسرے ممالک کے مردوں، عورتوں اور معصوم بچوں کی زندگیاں خطرے میں ڈالتے ہیں۔ مثلاً ۱۹۹۴ کی True lies، ۱۹۹۶ کی Executive Decision اور ۱۹۹۸ کی The S Iege پر فروش فلمیں ہیں جن میں مسلمانوں کے منفی اور خوفناک چہرے کو نمایاں کرنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے اور مضمون کے اعتبار سے تینوں میں کافی مشابہت بھی ہے۔

ملحوظ رہے کہ ہالی ووڈ اس طرح کی جذاب، دلچسپ اور پُر کشش فلمیں بنا کر اور ان کو پوری دنیا کے بازاروں میں پہونچا کر حقیقت میں اپنے بے شمار مخاطبین کے لئے نمونہ سازی کرتا ہے۔ ایسے لوگ جنھوں نے اپنی پوری زندگی میں کسی بھی عربی ملک کو نزدیک سے نہیں دیکھا ہے حتیٰ یہ بھی نہیں جانتے کہ عربستان یا عراق جغرافیہ کے نقشے پر کہاں واقع ہے، جب الیکٹرانک میڈیا اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے اس طرح کے بے شمار شبہات سے روبرو ہوتے ہیں تو لاشعوری طور پر ان کے پیغامات میں موجود مفاہیم سے متاثر ہوتے ہیں۔ جب کوئی امریکی یا یورپی متعدد فلموں میں یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ جہاں بھی کسی کا قتل ہوتا ہے، یا بم گزاری ہوتی ہے، یا کسی ہوائی جہاز کو اغوا کیا جاتا ہے وہاں عرب مسلمانوں کا ہاتھ ہوتا ہے، رفتہ رفتہ اس کے ذہن میں اسلام اور دہشت گردی و ناامنی کے درمیان ایک طرح کا منطقی رابطہ برقرار ہو جاتا ہے اور اس کے بعد ہر اس چیز سے جو اسلام سے وابستہ ہے، حتیٰ نعرۂ تکبیر اور کلمۂ توحید سے بھی جسے ہالی ووڈ کی فلموں میں دہشت گردی کا رول ادا کرنے والے اداکار وحشیانہ مظالم کرتے وقت اپنی زبان پر لاتے ہیں، گریزاں، متنفر اور بیزار نظر آتا ہے اور ان سے نہایت شدّت کے ساتھ نفرت کرنے لگتا ہے۔

بلاشبہ جن لوگوں نے فلم The S Iege دیکھی ہے اور پردے پر شہر نیویارک میں شدت پسند مسلمانوں کے دل ہلا دینے والے دہشت گردانہ اقدامات دیکھے ہیں، جب اس فلم کی نمائش کے تین سال بعد یعنی ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ میں واقعی دنیا میں ایک دہشت گردانہ حملے سے روبرو ہوتے ہیں اور ان کی حیرت زدہ نگاہوں کے سامنے عالمی تجارت کی دو فلک بوس عمارتیں زمیں بوس ہو کر رہ جاتی ہیں اور حکومت کی جانب سے اس حادثہ کے ذمہ داروں کی حیثیت سے کچھ لوگوں کی پہچان کرائی جاتی ہے تو ان کی ماہیت اور اغراض

و مقاصد سے وہ بیگانہ نہیں ہیں لہٰذا ذرائع ابلاغ اور الیکٹرانک میڈیا کے جادو سے ایسا کام کیا جا سکتا ہے کہ پوری دنیا کے لوگ سپر پاور ملک کے دشمن کو پوری دنیا کا دشمن اور نا امنی کا روشن مصداق مان لیں۔

اسی کے ساتھ ساتھ مسلّط بحث و گفتگو ذرائع ابلاغ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے دنیا کے لوگوں کے دل و دماغ میں یہ بات بٹھا سکتا ہے کہ فقط امریکہ کے زیر سایہ ہی تحفظ و سلامتی قائم رہ سکتا ہے اور صرف امریکہ ہے جو اپنے عظیم قدرتی منابع اور ذرائع سے استفادہ کرتے ہوئے باغیوں، سرکشوں اور عالمی صلح و امن کے دشمنوں کا صفایا نیز حقوق بشر کی حفاظت کر سکتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کے پروگرام بالخصوص سنیما اور فلمیں اس طرح کے پروگراموں سے مملو اور پر ہیں جو امریکہ کو ایک منجی، مصلح، فداکار اور انسانوں کی جان و مال اور ناموس کے محافظ کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

آج ریمبو، راکی، سپر مین، اسپائیڈر مین جیسی ہالی ووڈ کی مشہور اور محبوب فلمیں، حقیقت میں امریکی طرز کی عدالت خواہی کا نمونہ ہیں، ایسے مافوق الفطرت انسان جو مرتے نہیں ہیں اور فلم کے مسحور کن اور ہیجان آور حوادث میں جہاں کہیں بھی کوئی حق پائمال ہوتا ہے یا کوئی شیطان صفت دشمن حملہ آور ہوتا ہے اور لوگوں کی زندگی کو خطرات سے دوچار کرتا ہے تو فوراً نام نہاد امریکی جانباز حادثہ کی جگہ ظاہر ہو جاتے ہیں اور اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے برضا و رغبت موت کے منہ میں کود پڑتے ہیں تاکہ اپنی طاقت کے ذریعہ مظلوم و ستم دیدہ لوگوں کو نجات دیں اور پھر سے امن و امان قائم کریں۔

آج جب تماشہ دیکھنے والے مجازی دنیا سے حقیقی دنیا میں قدم رکھتے ہیں اور وائٹ ہاؤس کے رہبروں کی شعلہ بیانیوں کو ریڈیو اور ٹیلیویژن پر سنتے اور دیکھتے ہیں، جب دیکھتے ہیں کہ امریکی سیاستداں گیارہ ستمبر کے ہولناک حادثے کے بعد امریکہ کو بشریت کا نجات دہندہ کہتے ہیں اس لئے کہ اپنی طاقت کی وجہ سے امن و سلامتی برقرار کرنے اور دنیائے آزاد کے دشمنوں کو سرکوب اور پائمال کرنے کیلئے ایک سنگین اور تاریخی ذمہ داری کا بوجھ اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے ہے، جب ٹیلیویژن کے صفحے پر نا امنی اور دہشت گردی کے بانی کے عنوان سے مسلمانوں کی تصویر دیکھتے ہیں، جب اصطلاحِ محور شرارت ان کے کانوں میں پڑتی ہے اور جب ایران اور شمالی کوریا کے میزائیلی اور ایٹمی خطرے سے ان کو ڈرایا جاتا ہے تو یہ وہ جگہ ہے جہاں ایک نامحسوس رشتہ ذرائع ابلاغ کی مجازی دنیا کو دنیائے حقیقی سے جوڑتا ہے اور فلموں اور ٹی وی کے پروگراموں میں موجود تمام استعارات، کنایات، تمثیلات، علامات اور نمونے رمزگشا ہوتے ہیں اور پردے سے باہر

آتے ہیں۔ایسے پروگراموں کا غیر مستقیم اور پوشیدہ پیغام یہ ہے کہ ناامنی اور عدم تحفظ کا عارضہ فقط امریکہ اور اس کے ہم پیمانوں کی فعالانہ مداخلت سے بہبود پائے گا البتہ کچھ دوسرے ذرائع ابلاغ بھی پردہ پوشی کے بغیر اور مزید صراحت لہجہ کے ساتھ سیاسی پیغامات دیتے ہیں اور آشکارا طور پر امریکی لیڈروں کے لئے لاؤڈ سپیکر کا کام کرتے ہیں۔ حقیقت میں دور حاضر کی بہت ساری فلموں اور ٹی وی کے پروگراموں کو دنیا کی سلامتی و تحفظ اور ناامنی کے مفاہیم و مصادیق کے لحاظ سے امریکہ کی روایت کا مروّج جاننا چاہئے۔ان ہنری آثار کے خالق فلمی داستانوں کی ہنرمندانہ روایت گری سے اور ترقی یافتہ تکنیک کے استعمال اور مخصوص بصری جلووں کی بدولت ہر دیکھنے والے کو مسحور کردیتے ہیں اور اپنا دیوانہ بنا لیتے ہیں۔وہ اس بات میں کامیاب ہوئے ہیں کہ بہترین طریقے سے واقعات کو جیسا کہ خود چاہتے ہیں مخاطبین کے لئے بیان کریں اوران کے ذہنوں میں تصویر سازی اور سپر پاور ملک کے سفارشی پیغامات کو غیر مستقیم طریقے سے پیش کرنے کے ساتھ ایسا کام کریں کہ مخاطبین ناخواستہ طور پر عالمی سلامتی وناامنی کی امریکی روایت کو بعنوان روایت مسلّط قبول کرلیں۔

مثال کے طور پر گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے حادثے کے بعد مغربی ذرائع ابلاغ کا سب سے اہم مقصد امریکی معاشرہ اور عالمی معاشرہ کو پر امن بنانے کے لئے افغانستان و عراق پر امریکی حملے کے لئے جواز پیش کرنا تھا۔ہالی ووڈ کے آخری برسوں کی بہت ساری فلمیں اور سیریل، پر التہاب اور تشویش و اضطراب آور حوادث کی تصویر کشی کرتے ہیں، جس کے ضمن میں امریکی معاشرہ خارجی حملات و خطرات کے باعث حالت اعتدال سے باہر ہورہا ہے اور بے گناہ امریکی شہری طرح طرح کے مخرّب دہشت گردانہ اقدامات منجملہ ایٹمی اور بایولوژیک دہشت گردانہ حملوں کا شکار ہورہے ہیں، بے رحم اور سفاک قاتل اور دہشت گرد جنھوں نے امریکی معاشرے سے سلامتی کو سلب کررکھا ہے، عام طور پر مسلمان ہیں اور ان کے نام عربی ہیں اور وہ اپنے سیاسی مقاصد کو پورا کرنے کیلئے ہر غلط کام کرنے کیلئے تیار ہیں اور ملکی سطح پر اغوا، قتل وکشتار، بیجا ٹیکس وصول کرنے،ایٹمی مراکز کے نظام میں خلل ڈالنے، مرگبار وائرلیس چھوڑنے اور ایٹمی بم نصب کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے ہیں۔

اس درمیان، امریکہ کے مردانِ سیاست جیسے وائٹ ہاؤس،وزارت دفاع اور سیکوریٹی اہلکار دہشت گردوں اور دہشت گردی سے مقابلہ کرنے کیلئے میدان میں قدم رکھتے ہیں اور امریکی قوم اور بشریت کو

نجات دینے کیلئے شجاعانہ اقدام کرتے ہیں تاکہ بحران اور آشفتگی پر کنٹرول کرکے دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بنادیں اور پھر سے نظام میں امن وامان واپس آجائے۔ ان فلموں میں یہ بتانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ امریکہ کی سلامتی و تحفظ پوری دنیا کی سلامتی کے مترادف ہے اور سبھی دوسری چیزوں پر مقدم ہے۔

اس طرح کی فلمیں مخاطب کے ذہن میں ایک سوق الجیشی تصویر پیدا کرتی ہیں جس کی وجہ سے وہ لاشعوری طور پر سلامتی کو واپس لانے کے لئے امریکہ کے ہر اقدام کو حق بجانب مانتا ہے۔ مخاطبین چار وناچار فلم کی منطق کو قبول کر لیتے ہیں۔ ایسی منطق جو یہ باور کرانے کی کوشش کرتی ہے کہ اگر امریکی پولس اہلکار دہشت گردی پھیلانے والے کچھ مسلم جوانوں کو قبول جرم کے لئے ایذا واذیت پہنچاتے ہیں تو اس میں کوئی ہرج نہیں ہے کیونکہ یہ لوگ ایسا دھماکہ کرنے والے ہیں جس سے ہزاروں اور لاکھوں بے گناہ لوگ مارے جائیں گے۔

اب اگر ہالی ووڈ کی فلموں میں دکھائی جانے والی امریکی فوجیوں کی مثبت شبیہ کو افغانستان و عراق میں اور ابو غریب و گوانتاموے کے جیلوں میں امریکی ظلم و بربریت سے مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ذرائع ابلاغ واقعات کو ایک مقصد کے تحت بار بار دکھا کر اور مخاطبین کو جعلی اور ذہنی سرحدوں میں محصور ومقیّد کرکے اور وائٹ ہاؤس کے دل پسند راستے کی طرف ان کے افکار کو موڑ کر امریکہ کے عالمی تسلّط واقتدار کو بڑھانے اور اس کی مضبوطی اور استحکام کے لئے کتنی بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

یہ ذرائع ابلاغ امریکہ کے دشمنوں بالخصوص مسلمانوں کی سست و ضعیف تصویریں پیش کرکے حقیقت میں مخاطب اور حقیقت و واقعیت کے درمیان ایک عاطفی اور احساساتی بند باندھتے ہیں، جس کا عملی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسانی معاشرے میں اندھی نفرت پیدا ہوتی ہے اور نسل پرستی، قومی تعصّبات اور کینہ پروری و کدورت کو ہوا ملتی ہے اور سب بغض وعناد اور نفرت کی آگ میں جھلنے لگتے ہیں۔

ذرائع ابلاغ بظاہر مسلمان دہشت گردوں اور سفاک قاتلوں کے وحشیانہ حملوں کی تصویریں پوری دنیا میں پھیلاتے ہیں لیکن امریکی فوجیوں کے ہاتھوں افغانستان، پاکستان اور عراق میں سیکڑوں بے گناہ انسانوں کے قتل عام پر ان کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی ہے۔ شارلی ابدو[1] کے مشکوک حادثے کو اپنی خبروں میں

1. Charli e Hebdo.

سر فہرست قرار دیتے ہیں اور سرخیوں میں رکھتے ہیں، لیکن آسانی کے ساتھ چیپل ہیل[1] حادثہ اور تین مسلمان طالب علموں کے قتل سے گزر جاتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ حتیٰ فلم American Sniper میں ایک جنگی جنایتکار کو ایک قومی ہیرو کے عنوان سے پیش کر سکتے ہیں۔ نتیجتاً اس بات میں کوئی تردید نہیں ہے کہ آج پوری دنیا خصوصا مغربی ممالک میں اسلام ہراسی کی ترویج کا اصلی سبب نظام تسلّط کے حامی ذرائع ابلاغ ہیں جو اپنے نافذ آلات و وسائل پر تکیہ کرتے ہوئے انسانوں کے ذہن کو تسخیر کرنا چاہتے ہیں اور ان واقعات کو بار بار دہرا کر سلامتی و تحفظ جیسے پیغامات کو بہت ہنر مندانہ طریقے سے ان کے دل و دماغ میں راسخ کرنا چاہتے۔

سپر طاقت ملک کے لئے ان ذرائع ابلاغ کا گرانقدر محصول، مختلف ممالک کے لوگوں کے افکار عمومی کی ہدایت اور عالمی پیمانے پر اس کے لئے مناسب اور مطلوب فضا ایجاد کرنا ہے تاکہ تسلّط پسند اور اقتدار طلب اغراض و مقاصد کے تحقق کے لئے سخت فوجی اور عسکری طاقت و قوت کا استعمال جائز و مشروع اور توجیہ پذیر ہو۔ اس حساب سے کہنا چاہئے کہ اکیسویں صدی کا انسان اپنی ظاہری آزادی کے برخلاف عمیق طور پر مغربی ذرائع ابلاغ کے بڑے بڑے چینلوں کے ذریعے بنائے گئے ذہنی حصاروں میں گرفتار ہو گیا ہے۔

---

1. Chapel Hill.